مصنطر عباسی ایم۔ اے۔ مرحوم

امریکہ اور امریکی سرمایہ دار

جدید استعمار

سامراجیت کے مقاصد اور طریق کار

۲

اگر ویت نام یا دنیا کے کسی دوسرے خطے میں فوجی مداخلت سے امریکہ کا مقصد قبضہ کرکے وہاں کی دولت سے فائدہ اٹھانا ہے تو پھر امریکہ کی یہ خواہش کیوں ہے کہ جنگ کو بڑھایا جائے اور اسے طول دیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے بات وہی ہے۔ جو "جان بوش" نے کہی ہے کہ امریکہ کا مقصد قبضہ کرنا اور وہاں (ویٹ نام) کے ذرائع آمدنی سے فائدہ اٹھانا نہیں بلکہ اپنے ملک کی فوجی صنعت کے کاروبار کو جاری رکھنا ہے۔ امریکہ ویت نام ہی میں نہیں، دنیا کے باقی حصوں میں بھی فوجی مداخلت کر رہا ہے۔ ویت نام کی موجودہ جنگ سے پہلے فرانس کی مدد کرتا رہا ہے۔ عربوں کے خلاف اسرائیل کی مدد کر رہا ہے۔ پاکستان کے خلاف بھارت کو اسلحہ دے رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امریکہ کا اصل مقصد نئی فتوحات حاصل کرنا نہیں بلکہ اپنے ملک کے اسلحہ کی مارکیٹ پیدا کرنا اور تیار اسلحہ کو صائع کرکے نیا اسلحہ تیار کرنا ہے تاکہ سرمایہ داروں، صنعت کاروں اور فوجی جرنیلوں کے متحدہ مقاصد پورے ہوتے رہیں۔

جان بوش لکھتا ہے:

> "ریاستہائے متحدہ امریکہ ویت نام کی جنگ میں ایک مہینہ میں جس قدر دولت خرچ کر رہا ہے۔ اس قدر دولت پورے ہند چینی کے وسائل آمدن سے پانچ سالوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ویت نام میں سال بھر کے جنگی اخراجات اس قدر زیادہ ہیں کہ استعماری طریقوں سے کام لے کر یہ اخراجات پچاس سالوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔"

برٹن آگے چل کر رقمطراز ہے :

"ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سرمایہ داروں کا مقصد ویت نام کی جنگ سے اس علاقے کو فتح کرنا نہیں بلکہ فوجی صنعت کو جاری رکھنا ہے۔ طیارہ سازی جہاز سازی - اسلحہ کے کارخانے اور سپاہیوں کی ضروریات کی بیشمار چیزوں کی تیاری کی صنعت میں لگایا ہوا سرمایہ اسی صورت میں نفع بخش ہو سکتا ہے کہ جنگ جاری رہے۔"

پھر لکھتا ہے :

"امریکہ کے سرمایہ داروں کو اس سے غرض نہیں کہ ان کا تیار کیا ہوا اسلحہ سمندر میں غرق کیا جا رہا ہے یا لڑائی میں استعمال ہو رہا ہے۔ انہیں بس اپنے منافع سے غرض ہے۔"

جان بوش کے یہ بیانات رسل کے اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ ویت نام میں فوجی مداخلت سے امریکہ کا اصل مقصد اس ملک کو فتح کرکے یہاں کی دولت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ بوش کے دلائل وزنی ہیں وہ کہتا ہے ویت نام چھوڑ پورے ہند چینی سے جس قدر نفع اندوزی متوقع ہو سکتی ہے اس سے زیادہ فوجی کارروائیوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہن اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ کم نفع کی توقع پہ زیادہ نقد خرچ کیا جائے، اور یہ حقیقت بھی جان بوش کے خیال کی تائید کرتی ہے کہ امریکہ ایسے ممالک میں بھی اسلحہ خرچ کر رہا ہے جہاں سے نفع کی سرے سے توقع ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جدید استعمار کے شرکار بھی امریکی سرمایہ دار، صنعت کار، بڑے بڑے تاجر، ٹھیکیدار اور فوجی جرنیل مل کر امریکی عوام کے قومی خزانے سے رقم حاصل کرتے ہیں۔ اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ویت نام وغیرہ ممالک میں امن اور امریکی مفادات کی حفاظت کیلئے امریکی افواج لڑ رہی ہیں۔ اور ان کے لئے اسلحہ اور دوسرے مصارف کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔ امریکی عوام مفاد پرستوں کے اس گروہ کے فریب میں آکر انہیں قومی خزانے سے سب کچھ لوٹ لے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ دراصل امریکہ کے قومی خزانے کے محافظ بھی وہی لوگ ہیں جو جدید استعمار کے زرخرید ہیں۔

امریکی صدر اور دوسرے ذمہ داران کے جو بیانات رسل نے نقل کئے ہیں اور جن میں

کیا گیا ہے۔ کہ امریکہ ویت نام کو فتح کر کے یہاں کی دولت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یہ وہ بیانات ہیں جو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے دئیے گئے ہیں۔ انہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ ہمارے اخراجات اور متوقع نفع میں کیا نسبت ہے۔؟

جان بوش نے ایک مثال کے ذریعہ بتایا ہے کہ امریکی استعمار کس طرح اپنے ملک کے عوام کو لوٹتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فوجی جرنیل ہوائی جہازوں کی تیاری کا ٹھیکہ دیتے ہیں۔ یہ ٹھیکہ وہ لوگ لیتے ہیں جو فوجی جرنیلوں کے شریک کار ہوتے ہیں۔ بنک کے مالکان فوری طور پر روپیہ دیدیتے ہیں اور اس طرح چند ہی روز میں جہازوں کی تیاری کا کاروبار شروع ہو جاتا ہے۔ فوجی جرنیل یہ جہاز ویت نام یا کسی دوسرے جنگی محاذ پہ لے جا کر تباہ کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح نئے جہازوں کی تیاری کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بوش کہتا ہے کہ جہازوں کا مطالبہ کرنے والے ٹھیکہ لینے والے روپیہ فراہم کرنے والے اور جہازوں کو تباہ کرنے والے سب کے سب ایک ہی گروہ کے افراد ہوتے ہیں۔ یہ گروہ جدید استعمار کا ہے۔ البتہ اس شیطانی چکر کے لئے رقم فراہم کرنے والے غریب عوام ہوتے ہیں جو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

جان بوش نے لکھا ہے:

"ویت نام میں جنگ کے آغاز سے ۱۹۶۶ء تک کے مختصر سے عرصے میں امریکہ کے کروڑپتیوں میں ۱۲۴ کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

غور فرمائیں ایک طرف ملک (امریکہ) جنگی اخراجات کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہے اور دوسری طرف کروڑپتیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب جنگی اخراجات کا بوجھ عوام اٹھاتے اور سرمایہ دار نفع کماتے ہیں۔

بقول جان بوش:

"۱۹۶۷ء میں امریکہ کے صدر جانسن نے کہا تھا کہ ویت نام کی جنگ نے کاروباری لوگوں کو یقین دلا دیا ہے۔ کہ مستقبل قریب میں انکا کاروبار مندے کا شکار نہیں ہوگا۔"

سوچنے کی بات یہ ہے کہ صدر جانسن نے جن کاروباری لوگوں کے تحفظ کا یقین دلایا ہے یہ کون لوگ ہیں۔؟ اور ان کا کاروبار کیا ہے۔؟ اس کا جواب جان بوش کے الفاظ میں یہ ہے:

"یہ کاروباری لوگ پنٹاگون (فوجی مرکز) کی اقتصادی حالت کے مالک و

مختار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فوجی مقاصد کے لئے ٹھیکے لیتے ہیں۔ یہ صنعت کار بنکار، جہازران اداروں کے مالک، بڑے تاجر۔ اور امریکہ کی خارجہ حکمت عملی کے بنانے اور چلانے والے ہیں "

غرض جدید استعمار ان کاروباری لوگوں کا گروہ ہے، جو فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں نفع کماتے ہیں اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کا صدر ان کا اپنا آدمی ہے اور وہ ملک کی خارجہ حکمت عملی اسی اصول پر مرتب کرتا ہے، جس سے جدید استعمار کے کاروبار میں ترقی ہوتی ہے۔

جنگی مصارف | غور فرمائیے کہ جدید استعمار جنگ پر کس قدر دولت صرف کر رہا ہے؟

بوش لکھتا ہے:

"انیسویں صدی میں استعمار نے افریقہ اور ایشیا کے بڑا عظموں میں بے مثال فتوحات حاصل کرنے کے لئے جس قدر دولت خرچ کی تھی اس سے بی ۵۰۲ قسم کے طیاروں کا ایک دستہ بھی تیار نہیں ہو سکتا"

آگے چل کر لکھتا ہے:

"اگر ٹرانسوال کی ہیرے کی کانیں ویت نام میں ہوں اور امریکہ ان سے پچاس سال تک ہیرے نکالتا رہے تو بھی اسے اتنی دولت حاصل نہیں ہو سکتی جتنی دولت امریکہ نے ایک سال (۱۹۶۷ء) میں ویت نام کی جنگ پر خرچ کی ہے"

لارڈ رسل نے امریکہ کے جنگی مصارف کا نقشہ یوں پیش کیا ہے، کہتا ہے:

"اس سلطنت (امریکہ) کی جارحیت بنی نوع انسان پہ ایک لاکھ چالیس ہزار ملین ڈالر سالانہ اور سولہ ملین ڈالر (یعنی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر) فی گھنٹہ کا خرچ عائد کر رہی ہے۔ ہتھیاروں پر موجودہ خرچ تمام ترقی پذیر ملکوں کی قومی آمدنی سے زیادہ ہے۔ یہ ساری دنیا کی سالانہ برآمدات سے زیادہ ہے۔ یہ افریقہ ایشیا اور لاطینی امریکہ کی قومی آمدن سے زیادہ ہے۔ امریکہ کا فوجی بجٹ تقریباً ساٹھ ہزار ملین ڈالر سالانہ ہے۔ ایک اٹلس میزائل پر ۳ کروڑ ڈالر خرچ آتا ہے۔ اس خرچ سے سالانہ ستر ہزار ٹن کھاد تیار کرنے والا کارخانہ بنایا جا سکتا ہے"

یاد رہے کہ امریکی سرمایہ دار نفع اندوزی کی ہوس میں صرف فوجی نوعیت ہی کا سامان برباد نہیں کرتے بلکہ اشیائے خوردنی اور روزمرہ کی زندگی میں کام آنے والی دوسری چیزیں بھی برباد کرتے

ہیں۔ چنانچہ رسل لکھتا ہے:

"پچھلے چودہ برس میں امریکہ نے فالتو زرعی پیداوار خریدنے پر چار ارب ڈالر خرچ کئے ہیں۔ لاکھوں ٹن گندم، باجرہ، مکئی، مکھن اور پنیر ذخیرہ کر کے ان میں زہر ملا دیا گیا تاکہ دنیا کے بازاروں میں قیمتیں زیادہ رکھی جا سکیں۔ مکھن اور پنیر کے بڑے بڑے پہاڑوں میں نیلا تھوتھا ملا دیا جاتا ہے تاکہ وہ ناقابل استعمال ہو جائے ۱۹۶۰ء تک ساڑھے بارہ کروڑ ٹن غلہ امریکہ میں ذخیرہ کیا گیا تاکہ سڑ جائے۔ یہ غلہ ہندوستان کی پوری آبادی کے لئے ایک سال کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔"

اس طرح خوراک اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں کیوں برباد کی جاتی ہیں۔؟ اس کا جواب رسل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اشیائے خوردنی کی ناقابل تصور حد تک وسیع مقدار امریکی سرمایہ دار سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تباہ کر دیتے ہیں اور سوائے اس کے کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ ان کا نفع جاری رہے اور ان کا اقتدار برقرار رہے۔ مٹھی بھر لوگ گدھوں کی طرح غریبوں اور مظلوموں کا خون چوس چوس کر فربہ ہوتے رہتے ہیں ——"

غرض امریکی سرمایہ دار (جدید استعمار) اپنے ذاتی نفع اور لالچ کی خاطر امریکی عوام کی محنت سے کمائی ہوئی دولت ضائع کرتے ہیں۔ فوجی نوعیت کا سامان ویت نام اور دوسرے جنگی محاذوں پر برباد کرتے ہیں اور اشیائے خوردنی اور روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والی دوسری چیزیں مختلف طریقوں سے ضائع کرتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں ضائع نہ ہوں تو ان کے کاروبار بند ہو جاتے ہیں ——

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روشنی زمانے میں جبکہ دنیا کے گوشے گوشے کی خبریں آنِ واحد میں ہر جگہ پہنچ جاتی ہیں۔ امریکی عوام اس قدر بے خبر کیوں ہیں کہ انہیں چند سرمایہ دار فوجی جرنیلوں اور صنعت کاروں سے مل کر لوٹ رہے ہیں۔ اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ اس سوال کا جواب جان بوش نے "امریکی پروپیگنڈا" کے عنوان سے دیا ہے۔ بوش کہتا ہے کہ جدید استعمار کا پروپیگنڈا اس حد تک شدید اور سخت ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ——

■■